ادب اور سائنس باہمی رشتہ

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی

Dr. Muhammad Arshad Ovaisi,

Head of Urdu Department,

Lahore Garrison University, Lahore.

صائمہ غزل

Saima Ghazal

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

ثریا نسیم

Surriya Naseem

M.Phil Scholar, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:

Literature and Science seemly two different pols of life but in fact two sides of on life. Poetry is very impressive way to discribes the inner feeling of men. World "Shair" means know about something, at the same time science is also knowledge of nature. There are many thing which is common between science and poetry. In this article collect some common values about science and poetry. In fact a poet gives therotical basis to a scientist. It is impossible to apart them with each other.

انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی تجسس کا مادہ بھی اس کو ودیعت کیا گیا اور انسان نے فطرت کے رازوں کو کھوجنے کی لا متناہی سعی کا آغاز کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے نائب کا درجہ دیا کیوں اسے عقل وشعور کی اضافی خوبیاں عطا کی گئی تھیں۔ ایک حدیث پاک کے مفہوم کے مطابق بیان کیا ہے کہ خدا نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں اس لیے اس کائنات کو تخلیق کیا گیا۔ گویا فطرت کو سمجھنا خود دعوتِ قدرت ہے۔

کائنات ایک ایسا کھلا راز ہے جو پراسراریت سے معمور ہے۔ اس پر غور و فکر روزِ اول سے جاری ہے۔ مظاہر فطرت کی کھوج اور پرکھ وقت کے ساتھ باقاعدہ ایک علم کی صورت میں سامنے آئی جسے ہم ''سائنس'' کہتے ہیں۔ اس انقلابی علم کی بدولت جہانِ عالم نے نئے انداز میں انگڑائی لی۔

سائنسی علوم کی بنیادیں اصل میں مسلم مفکرین ہی نے پیش کیں کیونکہ ان کی رہنمائی کے لیے آسمانی کتاب ''قرآن مجید'' موجود تھی۔ قرآن رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ مسلمانوں کے تمام جملہ علوم کا سرچشمہ یہی کتابِ مقدس ہے۔ قرآن پاک نے مسلمانوں میں سائنسی غور و فکر، تحقیق و تجسس کے جذبے کو ابھارا۔ مظاہرِ قدرت اور ان پر فکر و تدبر کے حوالے سے بیشتر حوالے ملتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ترجمہ: ''ہم عنقریب انھیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں ان کے گرد و
> نواح میں بھی دکھا دیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی، یہاں تک
> کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ وہ حق ہے۔ تو کیا آپ کے رب کی یہ
> بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے۔''(۱)

سائنسی علوم عقل اور شعور کو بروئے کار لا کر انسانی حقیقت معلوم کرتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ عقل و شعور کا استعمال نہ کرنے والوں کو بدتر جاندار قرار دیتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

> ترجمہ: ''بے شک اللہ کے نزدیک سب جانداروں سے بدتر وہ
> بہرے گونگے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔''(۲)

پھر ارشاد ہوتا ہے:

> ترجمہ: ''اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کو اپنے فضل
> سے تمھارے کام لگایا ہے، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے
> نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔''(۳)

قرآن نے ثابت کیا کہ مظاہر قدرت اور اس کے راز صرف ان پر آشکار ہوں گے جو غور و فکر کے سمندر میں غوطہ زن ہوں گے۔ اسی غور و فکر کے قرآنی وصف نے کائنات کی نئی تشریح پیش کی اور آج کا انسان سائنسی ترقی کے زمانہ عروج میں سانس لے رہا ہے۔ لفظ ''سائنس'' کی بات کریں تو یہ خالصتاً اردو کا لفظ نہیں بلکہ انگریزی سے آیا اور اردو میں ایسا رچ بس گیا کہ پردیسی معلوم ہی نہیں ہوتا ہے کیونکہ اس کا استعمال کثرت سے ہر پڑھا لکھا اور عام شخص بھی کرتا ہے۔ سائنس کا مادہ لاطینی زبان کا لفظ سائنشیا Scientia ہے جس کے لغوی معنی جانبداری سے حقیقت کے کسی پہلو کا باقاعدہ مطالعہ کرنا ہے۔(۴) بظاہر سائنس کی تاریخ زیادہ پرانی نظر نہیں آتی لیکن روئے زمین پر پہلے انسان کی موجودگی ہی سے اس کی جڑیں زمین پر قدم جمانے لگیں۔ انسان نے پتھر کے دور میں پتھر سے آگ جلانے کا ہنر سیکھا تو اس

کے پیچھے بھی سائنس کارفرما تھی۔فرق صرف یہ تھا کہ وہ سائنس اور اس کے اصولوں سے بے خبر تھا۔وقت کے ساتھ آ گہی اور شعور کی بدولت اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا حتیٰ کہ موجودہ دور کو ہم سائنسی دور کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔سید قاسم محمود ''سائنس کیا ہے'' میں اس کی تعریف یوں کرتے ہیں:

> ''آج ہر شخص ''سائنس'' اور سائیٹفک کے الفاظ سے واقف ہے۔ سب جانتے ہیں موجودہ دور سائنس کا دور ہے۔ اس کے باوجود بہت کم لوگ اس کا جواب دے سکیں گے کہ سائنس کیا ہے؟ عام لوگ ٹیلی ویژن، ٹیلی فون، بے تار برقی، ہوائی جہاز، ایٹم بم اور اس قسم کی دوسری ایجادات کو سائنس سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سائنس نہیں بلکہ سائنس کا پھل اور حاصل ہیں۔ سائنس لاطینی زبان Scientia سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی غیر جانبداری سے حقائق کا ان کی اصلی شکل میں باقاعدہ مطالعہ کرنا ہے۔ علت و معلول اور ان سے اخذ شدہ نتائج کو ایک دوسرے سے منطبق کرنے کی کوشش کرنا یعنی فلاں حالات کے تحت فلاں نتیجہ ظاہر ہوگا اس کا نام سائنس ہے۔''(۵)

جامع اور مختصر لفظوں میں ہم سائنس کو کائنات کو سمجھنے کا فن کہتے ہیں۔ یہ فن کوئی دو چار برس کی ریاضت نہیں بلکہ آغازِ دن سے ہی اس کا ظہور ہوا۔ وہ اپنے فطری خواص تجسس اور کرید کی بدولت فطرت کو کھوجتا ہے۔ اس کام کے لیے وہ حواس کی مدد لیتا ہے اور نتیجہ اخذ کرتا ہے۔ سائنس نے مادی دنیا کو پرکھنے کا بیڑہ اُٹھایا اور نسلِ آدم کے لیے حیاتِ نو کا پیغام سنایا۔ اس کی قوت کو انسانیت کے عالمگیر فوائد کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے تو نسلِ انسانی کی بربادی کا باعث بھی ہے۔ مگر اس بات سے قطع نظر سائنس اور اس کے قوانین کا ہماری زندگی میں بہت دخل ہے۔ انسانی وجود کی کارکردگی ہو اس کے افعال کی ہر جگہ سائنس اور اس کے قوانین کارفرما ہوتے ہیں۔ سائنس کے علم نے انسان کو جرأت اور ہمت سکھائی، اس کو پیشواؤں کی پڑھائی گئی پٹیوں سے بالاتر ہو کر عقل کے استعمال کی طرف راغب کیا، سائنس اتنی اہم بن چکی ہے کہ اس کی موجودگی سے انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ انسان کا کھانا پینا، سونا، جاگنا، لباس، خوراک حتیٰ کہ ہاتھ میں پکڑا قلم، صفحہ جس پر تحریر لکھی جا رہی ہے سب کے سب سائنس ہی کے کرشمے ہیں۔

سائنس کا طریقہ کار رہتا ہے کہ سائنس دان کائنات سے خام مواد حاصل کرتا ہے، مشاہدات اور تجربات کی بھٹی سے گزرتا ہے۔ حاصل شدہ معلومات کی درجہ بندی کر کے عقل کی کسوٹی کو بنیاد بناتا ہے اور مفروضہ (Hypothesis) قائم کرتا ہے اور جو مفروضہ یا مشاہدہ حقیقت سے قریب تر ہوتا ہے

اسے تسلیم کر کے اصول وضع کرتے ہوئے کلیہ مرتب کرتا ہے۔ سائنسی افادیت کی بات کریں تو دو سطحیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ افادی پہلو

۲۔ ذہنی تسکین

افادی پہلو کی نوعیت یہ کہ نسل انسانی کے مصائب کو کم کر کے اسے آسانیاں فراہم کی جائیں اور ذہنی تسکین سے مراد اس کھوج سے اسے راحت نصیب ہوتی ہے کہ قدرت کے کسی راز کو اس نے پالیا ہے۔ سائنس نے باقاعدہ عروج بطور علم بنو عباس کے دور میں حاصل کیا۔ طب، کیمیا، طبیعیات، ریاضی، علم ہیئت، علم نجوم اور فلکیات کے علم میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ انھی مسلم سائنس دانوں کی فراہم کردہ بنیادوں پر جدید سائنس کی عمارت کو تعمیر کیا گیا۔ سائنس نے برق رفتاری سے اپنے سفر کو جاری رکھا ہے۔ وہ اب تجربہ گاہوں سے نکل کر انسانی حیات کے ہر پہلو کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ سائنس کو بنیادی طور پر دو علوم میں تقسیم کیا جاتا ہے:

حیاتیاتی علوم Living Organism Knowledge

غیر حیاتیاتی علوم Non Living Organism Knowledge

سائنس کے ذریعے آدم خاکی نے ارض و سمٰوٰت کے بھیدوں کو آشکار کیا اور نوعِ انسانی کے لیے نئے افق روشن کیے کہ یہ سفر کہیں تھمتا نظر نہیں آتا۔ بقول اقبال:

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے(۶)

سائنس کا تعلق ہر علم اور شعبہ زندگی سے ہے۔ ادب اور سائنس کا بھی آپس میں گہرا تعلق ہے۔ ابتدا میں ان دونوں کو مختلف علوم تصور کیا جاتا تھا لیکن وقت نے ثابت کیا کہ یہ زندگی کے دو الگ رخ نہیں بلکہ ایک ہی زندگی کے دو رخ ہیں۔ بنیادی طور پر علم کی کسی بھی شاخ مثلاً شاعری، فلسفہ، مذہب یا سائنس ان سب علوم کا اصل مقصد کائنات کی کھوج میں لگے رہنا ہوتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مظاہر فطرت کی جلوہ نمائی اور نقاب کشائی نے ہی شاعری، فلسفہ اور سائنسی علوم کو جنم دیا۔ سائنس کے افادی پہلو کی طرح ادب کا مقصد بھی قاری کو جمالیاتی مسرّت اور آگہی پہنچانا ہوتا ہے۔ ادب انسان کو فرحت اور سکون بخشتا ہے۔ فرحت اور سکون کا تعلق ذہنی تسکین سے ہے۔ ادب کی مختصر جامع تعریف یوں کی جاسکتی ہے:

''ادب وہ فنِ لطیف ہے جس کے ذریعے ادبی جذبات و افکار کو
اپنے خاص نفسیاتی و شخصی خصائص کے مطابق نہ صرف ظاہر کرتا ہے
بلکہ الفاظ کے واسطے سے زندگی کے داخلی اور خارجی حقائق کی روشنی
میں ان کی ترجمانی اور تنقید بھی کرتا ہے اور اپنے تخیل اور قوت مخترعہ

سے کام لے کر اظہار و بیان کے ایسے مؤثر پیرائے اختیار کرتا ہے
جن سے سامع و قاری اس طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح خود ادیب
کا اپنا جذبہ اور تخیل متاثر ہوا۔'' (۷)

بادی النظر میں ادب اور سائنس الگ نظر آتے ہوئے بھی الگ نہیں بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ازل سے ہیں۔ خصوصاً ادب میں شاعری کے ساتھ سائنس کا رشتہ بہت مضبوط ہے۔ ادب (شاعری) مبالغہ آمیز ہوتے ہوئے بھی سائنس کے ساتھ کئی حوالوں سے جڑا ہے اور سائنس خشک حقائق کا علم ہوتے ہوئے بھی کئی حوالوں سے ادب سے منسلک ہے۔

شاعری اور سائنس روزِ اول سے ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کھڑی ہیں بلکہ اپنے زورِ تخیل میں شاعری سائنس سے ہمیشہ چند قدم آگے رہی ہے۔ شاعری اور تخیل کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تخیل وہ طاقتور قوت ہے جو بظاہر ناممکنات کی بات کرتی ہے۔ شاعروں نے تخیل ہی کی بدولت سائنس دانوں کے لیے تسخیر کائنات کے کئی امکان روشن کیے اور دورِ حاضر میں ترقی نے ان ناممکنات کو ممکنات کی شکل میں ڈھالنا شروع کر دیا۔ گویا شاعر کا وجود سائنس دان کے وجود سے پہلے موجود تھا۔ اسی نے ایک ان دیکھی، ان چھوئی دنیا کا تصور پیش کیا۔ سائنس دانوں نے اسی تخیل کو بنیاد بنا کر تجربات کیے تو نہ صرف موجودہ زمین کے حقائق آشکار ہوئے بلکہ کھوج لگائی کہ ہماری دنیا سے ہٹ کر بھی کئی دنیائیں کائنات کا حصہ ہیں۔

قدیم ادب میں اڑن کھٹولوں، اڑن قالینوں اور اڑن طشتریوں کا ذکر عام ملتا ہے۔ سائنس نے اسی ادبی تخیل کو عملی شکل دی تو ہوائی جہاز، ہیلی کاپٹر اور راکٹ بنائے جو اڑن کھٹولوں کی مانند بحفاظت انسان کو ہواؤں میں اڑائے پھرتا ہے۔ داستانوں میں جادوگر انسان کو پتھر بنا دیتا ہے۔ اسی فارمولا کو دیکھیں تو کیمرہ کی ایجاد سامنے آتی ہے۔ کسی بھی لمحے کو اس کی آنکھ میں محفوظ کر لیا جاتا ہے گویا انسان پتھر کا ہو جاتا ہے۔ داستانوں میں جادوگر انسانی شکل اور ہیئت کو تبدیل کر دیتے تھے تو سائنس کی بدولت طب کی دنیا میں وہ حیرت انگیز انقلابات آئے ہیں کہ انسان کو سرتاپا سرجری سے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ سائنس کی ترقی نے وہ تمام محیرالعقول چیزیں جانور، پودے اور افعال جو صرف کہانیوں اور شاعری میں نظر آتی تھیں اب حقیقت کا روپ دھار چکی ہیں۔ سائنس کی ایک شاخ جنیٹک انجینئر نگ (Genetic Engineering) کے تحت جانوروں اور پودوں کی نت نئی اقسام پیدا کی جا رہی ہیں۔ اس طرح کی حیران کن چیزیں میڈیا کی زینت بنتی رہتی ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں۔ سائنس دان کو نظریاتی بنیادیں فراہم کرنے والا شاعر اور ادیب ہی تھا۔ سوسن شا Sosan Shaw سائنس اور شاعری کے باہمی رشتے کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

''فی زمانہ حقیقت پوری طرح ہمارے سامنے منکشف ہو چکی ہے کہ
سائنس اور شاعری کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔'' (۸)

شاعر ہو یا سائنس دان دونوں اپنا خام مواد کائنات سے حاصل کرتے ہیں اور اپنی تخلیقات کی بنیاد تخیل، تفکر، مشاہدے اور تجربے کی بنیاد پر رکھتے ہیں۔ شاعر اپنی حیرتوں کو شعری تجربے میں ڈھالتا ہے تو سائنس دان حیرتوں کے ساتھ تحقیق میں لگ جاتا ہے۔ دونوں کا کام ایک ہے مگر طریقہ مختلف ہے۔ شاعری کا شمار دنیا کے قدیم ترین علوم میں ہوتا ہے۔ کتب سماوی اس کی اہم مثال ہیں جن میں شاعرانہ رنگ پایا جاتا ہے۔

ادب (شاعری) اور سائنس میں اور بھی کئی قدریں مشترک ہیں جس طرح سائنس کی ترقی انسان کی زندگی کو راحت پہنچاتی ہے اور اس کا غلط استعمال تباہی پھیلاتا ہے اسی طرح بہترین ادب بھی معاشرے کی تطہیر میں مؤثر کردار ادا کرتا ہے اور برا ادب زہر کی طرح معاشرے کی رگوں کو نیلا کر دیتا ہے۔ سائنس معاشرے کی صورت بدل سکتی ہے تو ادب بھی فکری سطح پر زبردست انقلاب لانے کا باعث بنتا ہے۔ لہٰذا دونوں کو کسی طور الگ نہیں سمجھا جا سکتا۔ شاعری ہو یا سائنس دونوں کا کام صحیفۂ قدرت کو سمجھنا ہے۔ زبان احساسات کی ترجمانی کا مؤثر ذریعہ ہے۔ روزِ اول سے شاعری کی زبان کو ہی استعمال کیا گیا۔ محض انسانی جذبات کی ترجمانی ہی نہیں بلکہ مظاہرِ قدرت کے انکشافات حتیٰ کہ سائنس کے جدید نظریات کی پیش کش بھی شاعری کے ذریعے نہایت شاندار اور لطیف انداز میں کی گئی ہے۔ Mary Midgley شاعری اور سائنس کے متعلق لکھتی ہے:

> "Is the any connection between poetry and science? Academic specialization usually divides these topics today so sharply that it is hard to relate them on single map. But there is one very simple , map which does claim to relate the a map which is worth looking at because it has still quiet an influence on our thinking. It is the map which the distinguished chemist Peter Atkins draws in the course of arguing the Science is omnicom petent that is able to supply all our intellectual needs."(9)

یونانی اساطیر میں ایک دل چسپ حکایت ملتی ہے کہ ایک دیوتا کی دو بیٹیاں ہیں ایک فطرت کی دیوی (Godess of Nature) اور دوسری شاعری کی دیوی (Godess of Poets)۔ ان کی

تصویر یوں بنائی گئی ہے کہ شاعری کی دیوی، فطرت کی دیوی کے سینے سے پردہ ہٹا رہی ہے۔ اس تصویر کا مفہوم یوں بیان کیا جاتا ہے کہ شاعری فطرت کے رازوں سے پردہ اٹھاتی ہے۔ ثابت ہوتا ہے کہ ہم سائنس اور ادب کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کر سکتے۔ ہماری حسیات میں سائنس اور شاعری مکمل موجود ہیں۔ صرف لطیف فرق یہ ہے کہ کسی شے کو دیکھ کر اس کو مؤثر اور دل کش پیرائے میں بیان کرنا شاعری اور اس شے کی ماہیت کی کھوج لگانا سائنس کہلاتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ السجدۃ:۵۳

۲۔ الانفال:۲۲

۳۔ الجاثیہ:۱۳

۴۔ محمود انور، پروفیسر، جدید طبیعیات کا تعارف، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۵ئ، ص:۳

۵۔ قاسم محمود، سید، سائنس کیا ہے؟ لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۳ئ، ص:۸

۶۔ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، طبع دہم، ۲۰۱۳ئ، ص:۳۹۵

۷۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ئ، ص:۸

8. www.scientificpoetry.com.sosanshaw,science and poetry P-2

9. Mid Mery, Science and Poetry, London: Rougledge, 2001, P-21

☆......☆......☆

حرف وصوت کا باہم ربط: مطالعہ صوتیات کا اجمالی جائزہ